بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اشارات

یہ سطور لکھتے وقت آدھا ماہ ربیع الاوّل گذر چکا ہے۔ یومِ میلاد کے لیے اپنے قریبی ماحول میں اپنے کچھ بھائیوں کو آرائشی محراب بناتے اور جھنڈیاں لگاتے دیکھا تو جہاں یہ خوشی محسوس ہوئی کہ گلی گلی اور کوچے کوچے میں یومِ میلاد کے خیر مقدم کا جذبہ کام کر رہا ہے، وہاں ایک احساس یہ بھی اُبھر آیا کہ آرائش کرنے والے بھائی ہر سال اسی طرح میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد پر خراجِ عقیدت پیش کرتے ہیں، مگر اُن کی زندگیوں کا ڈھانچہ آج بھی وہی ہے جیسا دس سال پہلے تھا۔ انہیں جیسے یہ معلوم ہی نہ ہو کہ میلاد کا مقصد کیا ہے اور جس مقدس ہستی کی یاد منائی جا رہی ہے، اُس سے ہمارا تعلق کیا ہونا چاہیے اور اُس ہستی کی محبت کا تقاضا کیا ہے جھنڈیاں اور دروازے، پھول اور روشنیاں، عطر اور اگر بتیاں، دیگیں اور ضیافتیں، نعتیہ مشاعرے اور قوالیاں، مجلسیں اور مذاکرے، وعظ اور لیکچر، اخباروں کے خاص نمبر اور ریڈیو، ٹیلی وژن کے پروگرام سب یکجا ہو کر زیرِ نظر آتے ہیں تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ محبت و عقیدتِ رسولؐ کے جذبات کا ایک عظیم الشان کارواں گذر رہا ہے۔ توقع ہوتی ہے کہ جب شہروں اور قصبوں اور دیہات سے یومِ میلاد کو پُر زور طور پر اور ربیع الاوّل کے پہلے بارہ دنوں میں خصوصاً اور سارے مہینے میں عموماً یہ کاروانِ محبت و عقیدت گذرے گا تو صدہا دلوں کی دُنیا بدل جائے گی۔ کرداروں کے نقشے نئے بن جائیں گے۔ اخلاق میں نیا نکھار آ جائے گا۔ تلاوتِ قرآن کی وجد آفریں آوازیں گھر گھر سے بلند ہونے لگیں گی۔ مسجدوں میں نمازیوں کی صفوں میں مستقل اضافہ ہو جائے گا۔

مگر ایسا نہیں ہوتا۔ اور ایسا نہیں ہوتا تو کیوں نہیں ہوتا۔

میں نے اس پر غور کیا ہے اور میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اہلِ علم، اہلِ قلم اور اہلِ زبان کی جو ذمہ داری

سیرت پاک کا پیغام اور محبتِ رسولؐ کا تقاضا عوام تک پہنچانے کی ہے، اسے ادا کرنے کے لیے اگرچہ بڑے خوبصورت پیرائے اختیار کیے گئے مگر کسی وجہ سے یہی خوبصورت پیرائے اصل مقصد میں رکاوٹ بن گئے ہیں۔

واعظوں اور شاعروں اور مقرروں اور مقالہ نگاروں کی جو قیمتی باتیں سامنے آئیں اُن میں زیادہ زور اس بات پر رہا ہے کہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بڑی بلند ہے، مقام بے مثال ہے کردار بے داغ ہے۔ تمام انبیاء کے درمیان افضلیت کا مرتبہ حاصل ہے، تمام انسانوں میں اکملیت عطا ہوئی ہے۔ اور اس کے ساتھ یہ بھی کہ حضورؐ کا بدن حسنِ انسانی کا اعلیٰ ترین نمونہ تھا۔ چہرے، پیشانی، آنکھوں، لب و دندان، اندازِ گفتگو اور طرزِ تبسم میں صد ہا کرشمہ ہائے ناز پنہاں تھے، یہ سب کچھ برحق، بلکہ اس سے زیادہ باتیں کہنے کی ہیں۔ پھر زور اس بات پر کہ حضورؐ کی ساری زندگی پیدائش سے تادمِ آخر معجزات ہی معجزات سے آراستہ ہے۔ اس میں بھی بحث کی کوئی بات نہیں۔

کمی جس چیز کی رہ جاتی ہے وہ لوگوں پر حضورؐ کے واجب الاتباع ہونے کی حیثیت ہے۔ حضورؐ پاک کو واعظین عرش کی بلندیوں پر دکھاتے ہوئے مخاطبوں کو اس طرف توجہ دلانا بھول جاتے ہیں کہ ہم اور تم سب کن پستیوں میں پڑے ہیں۔ یہ پستیاں حضورؐ پر ایمان لانے والوں کے لیے نہیں ہیں۔

حضورؐ کے صدق و امانت کے واقعات بیان کرتے ہوئے کوئی نہیں کہتا کہ ایسی سچائی اور ایسی امانت کو اختیار کرنا ہمارے لیے لازم ہے۔ کیونکہ ہم حضورؐ پر ایمان رکھتے ہیں اور حضورؐ کے اتباع کے پابند ہیں۔

حضورؐ ہمارے لیے داعی، معلّم، مربی اور رہنما مقرر کیے گئے ہیں۔ وہ قرآن سنانے کے ساتھ قرآن کو واضح کرنے اور اس کے عملی تقاضوں کو پیش کرنے پر مامور ہیں۔ وہ خدا کی طرف سے "مطاع" ہیں حضورؐ سے انحراف کر کے جو قدم بھی اٹھایا جاتا ہے وہ عنداللہ مقبول نہیں ہے۔ وہ ہمارے لیے اسوہ ہیں اور اسوہ ہونے کے معنی یہ ہیں کہ اس عملی نمونے کو ہمیں ہر کام میں سامنے رکھنا ہوگا۔ ان کے لیے خدا کا مطالبہ یہ ہے کہ آپس میں تمام معاملات میں جب تک یہ لوگ (تم پر ایمان لانے والے لوگ) خوش دلی سے فیصلہ کن اتھارٹی نہ مان لیں، اُن کو ایمان کا مقام نہیں مل سکتا۔ حضورؐ نے پکار کر فرمایا کہ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو پھر اس کا راستہ یہ ہے

کہ میری پیروی کرو، تبھی اللہ تم سے محبت کرے گا) یعنی اللہ کی محبت کا دعویٰ اُسی کا درست ہے اور جو بااً اللہ کی محبت اُسی کو ملے گی جو اللہ کے رسولؐ کی پیروی کرے گا۔ ورنہ قیامت کے دن منظر یہ ہوگا کہ بہت سے لوگ یہ دعویٰ لے کر پیش ہوں گے کہ ہم خدا پرست اور محبانِ رسالت ہیں۔ اس پر حضورؐ کے سامنے اُن کے اعمال کے دفتر رکھ کر گواہی طلب کی جائے گی کہ آیا یہ سب آپؐ کے آدمی ہیں اور ہمیں اُن سے آپؐ کی اُمت ہونے کا سلوک کرنا ہے۔ اس کا جواب وہ عظیم راست باز یہ دے گا کہ یارب ان قومی اتخذوا ھذا القرآن مھجوراً۔ (اے میرے رب مجھ سے نسبت رکھنے والے اس گروہ نے قرآن سے رُوگردانی کر لی تھی) رہ لوگ جو آج دُنیا میں عید میلاد منا کر اور جشنِ محبتِ رسولؐ کی گھڑیاں درود وسلام سے آلاپتے ہوئے گزار کر دُنیا بھر کے سارے جرائم اس اُمید پر کرتے رہتے ہیں کہ آخرت تو اپنی ہی ہے وہاں اپنا آدمی شفاعت کے لیے موجود ہے۔ بس گناہوں سے کیا پرہیز ——— اُن کو وہاں جا کر معلوم ہوگا کہ وہاں اندھی سفارش نہیں ہوتی جو شخص دُنیا میں انتہا درجہ کا صادق و امین تھا وہ آخرت میں بھی صادق و امین ہوگا۔

نبیؐ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس دُنیا ہی میں بہت سے معاملات میں وضاحت فرما گئے ہیں کہ ایسے اور ایسے لوگوں کے لیے میں سفارش نہیں کروں گا۔ یا ایسے اور ایسے افعال کرنے والوں کے لیے میری شفاعت نہیں ہوگی۔

ہم نے ربیع الاوّل یا کسی دوسرے موقع کی تقاریرِ سیرت میں بالعموم عالموں اور لیکچراروں اور شاعروں اور صحافیوں کو یہ بات عوام سے صاف صاف کہتے نہیں پایا۔

محبت کی دو قسمیں ہیں۔

ایک اس ملازم کی محبت ہے جو آقا کی ہر پکار پر دوڑا آتا ہے اور جو حکم دیا جاتا ہے بسر وچشم قبول کر کے تعمیل کرتا ہے۔ دوسرا ملازم وہ ہے جو آقا کی کسی پکار پہ لبیک نہیں کہتا۔ کوئی کام کر کے نہیں دیتا۔ کوئی امر ونہی تسلیم نہیں کرتا۔ مگر زیادہ سے زیادہ کوشش یہ کرتا ہے کہ آگے بڑھ کر سلام پیش کرے اور قصیدے پڑھے اور اشعار گائے، اور جھنڈیاں لگائے اور روشنیاں آراستہ کرے۔

کیا دونوں کا کردار ایک جیسا ہے؟ کیا دونوں کا انجام ایک جیسا ہوگا؟

کوئی دوست ایسے ہم نشیں کو دوست نہیں مانتا جو تعریفوں کے پل باندھتا ہو اور اپنے جذباتِ وفا کا بڑا اظہار کرتا ہو، مگر دوست جس کام میں اُس سے تعاون چاہے اس سے روگردانی کر جاتے۔

تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہ مذاق کہاں تک چلے گا کہ تعریفوں کے پُل باندھے جائیں، گلیوں بازاروں کی آرائش کر دی جاتے۔ اور زندگی اس طرح گزاری جائے جس طرح گذر رہی ہے، کبھی بھولے سے اس رسولؐ محبوب سے پوچھیں ہی نہیں کہ آپ کیا چاہتے ہیں، کیا فرماتے ہیں؟

میں ترس گیا ہوں ایسی مثالوں کے لیے کہ عمر بھر کا معاملہ تو چھوڑیے، ہمارے کچھ پیارے بھائی ربیع الاول کی برکات اور سیرتِ مطہرہ کی سعادتوں کے زیرِ اثر ایک دن ہی کے لیے یہ طے کرلیں کہ آج ہم کوئی جھوٹ نہ بولیں گے۔ آج ہم کسی سے فریب نہ کریں گے، آج کوئی غلط ناپ تول نہ ہوگا، آج رشوت کا لین دین نہ ہوگا آج حرام خوری کسی شکل میں نہ ہوگی۔ آج غیبت، بہتان اور تمسخر سے پرہیز کیا جائے گا۔ آج نگاہ کسی ممنوعہ منظر سے آلودہ نہ ہوگی۔

مجھے تو اپنے اردگرد ایسے لوگ بھی نظر نہیں آتے جو ایک دن کا انقلاب اپنے اوپر اُس رسولِ اقدس کی خاطر طاری کرلیں جو زمانے بھر میں بہترین قسم کا انقلاب برپا کرنے اُٹھا تھا۔

کاش کہ کوئی ایک دن ہماری زندگیوں میں ایسا آتا کہ قوم کے تمام بالغ افراد محبتِ رسالتؐ سے سرشار ہو کر مساجد کے صفوفِ نماز میں کھڑے ہو جاتے۔

ہم لوگ رسولِ پاک کے مراتبِ عالیہ اور سیرت کے واقعاتِ زرّیں بہت بیان کرتے ہیں، مگر ایک چیز ہم نے گم کر دی ہے جسے قرآن نے قل ھو نبأ عظیم کہا تھا۔ قرآن ہی نے نہیں، سردارانِ قریش نے بھی یہ بات پالی تھی کہ وہ امرِ عظیم ہے۔ دین جس "امرِ عظیم" پر مشتمل ہے وہ ہماری تقریروں اور وعظوں میں گم ہے۔ وہ امرِ عظیم جس کے لیے چاہا گیا تھا کہ "کونوا انصار اللہ"۔ ساری دنیا کی اصلاح (امر بالمعروف اور نہی عن المنکر) کا وہ مقصد جس کے لیے خدا پرستوں کو ایک حزب اللہ کی شکل دی گئی تھی، تمام اہلِ ایمان کلمۂ حق کے سپاہی بن گئے تھے۔

کلمۂ حق کے ان سپاہیوں کی شان یہ تھی کہ خدا کو خدا اور رسول کو رسولؐ ماننے کے بعد پھر انہوں نے

ہمہ تن سرِتسلیم خم کر دیا۔ بغیر کسی جبریت اور قانونی مطالبہ کے اپنے باطنی رضاکارانہ جذبے سے وہ ہر اُس چیز کو اپنے اُوپر طاری کرنے کے منتظر رہتے تھے، جو خدا اور رسولؐ کی طرف سے آتی تھی۔

آج وہ محمدی سپاہی شاذونادر ہی کوئی دیکھنے میں آتا ہے کہ جس کو انضباط میں رکھنے کے لیے اندرونی رضاکارانہ جذبہ ہی کافی ہو۔ اور آج وہ نبأ عظیم غائب ہے، اُس کی جگہ مذہب رہ گیا ہے اور مذہب بھی ایسی جاگیر ہے جسے مختلف فرقوں نے آپس میں بانٹ رکھا ہے۔ اور اس کے لیے مسلسل لڑتے جھگڑتے رہتے ہیں۔

آج ایک خراب شدہ معاشرہ میں ہمارے اندر طرح طرح کی بُرائیاں فروغ پاگئی ہیں۔ شراب اور قمار سے لے کر سمگلنگ اور نفع اندوزی تک، جھوٹ اور فریب سے لے کر رشوت اور غبن تک، کام چوری سے لے کر ڈاکے اور قتل تک، ہر قسم کی بُرائیوں کا ایک وسیع عجائب گھر چاروں طرف پھیلا ہوا ہے تشدد کینہ اور نفرت وہ زہر ہیں جنہوں نے ہماری وحدت و اخوت کو تباہ کر دیا ہے۔ پھر دولت اور معیارِ زندگی اور سٹیٹس کے بُتوں کی پُوجا ایسی عام ہوئی کہ اب کسی بھی گھر کے حرم میں جا کے دیکھو تو یہ لات وہبل دلوں اور دماغوں پر چھائے ہوئے ملیں گے۔

حد یہ ہے کہ رسولِ کریمؐ کے لٹائے ہوئے دین پر اعتراض کرنے والے، حضورؐ کی تعلیمات اور معمولات کا مذاق اُڑانے والے، اِس دین سے انحراف کر کے دوسرے دین قبول کرنے والے اور اِس دین کے اندر دوسرے ادیان کا پیوند لگانے والے بھی ہمارے اندر بکثرت موجود ہیں۔ اور یہ سب بھی عیدمیلاد اور اُس کی جھنڈیوں اور خوشبوؤں سے دلچسپی لیتے ہیں، بلکہ تقریریں بھی کرتے ہیں اور نعتِ رسولؐ بھی لکھتے ہیں۔

اور جو جس خرابی، جس بداخلاقی اور جس جرم میں مبتلا ہے، وہ اس میں محرم گذار کر بھی اسی طرح مگن رہتا ہے اور ماہ ربیع الاول گذار کر بھی کسی تبدیلی کا خیال تک نہیں کرتا۔ ہماری اجتماعی ساخت کا ٹیڑھ اتنا پکا ہو گیا ہے کہ پہلے رمضان گذرتا ہے، پھر حج کا مبارک مہینہ گذرتا ہے، پھر محرم میں لوگ یادِحسینؓ میں آنسوؤں کے دریا بہا دیتے ہیں اور مرثیوں کا طوفان اُٹھا دیتے ہیں۔ پھر ربیع الاول رحمتوں کی گھٹاؤں کے ساتھ دلوں کی آبیاری کرنے آتا ہے۔ مگر ہم جہاں کے تہاں رہتے ہیں۔ ہر ایک اپنی اپنی عادات اور اپنے اپنے رویّوں کو نہایت سختی سے محفوظ رکھتا ہے۔